ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3962

Program: BS (Dars-e-Nizami)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت سٹڈیز)

کورس: فقہ المعاملات (3962) • سطح: بی ایس (درس نظامی)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 1 (یونٹ 1 تا 4)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 0

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: بیع کا مفہوم، بنیادی شرائط اور خیارات (20 نمبر)

سوال نمبر 1: بیع کا مفہوم واضح کرتے ہوئے بیع کی بنیادی شرائط اور بیع میں ثابت ہونے والے خیارات کی وضاحت کریں۔ (20)

تعارف

اسلامی معاشی نظام کی بنیاد حلال تجارت پر ہے، اور تجارت کی سب سے بنیادی اور قدیم صورت بیع یعنی خرید و فروخت ہے۔ انسانی زندگی کی ضرورتیں اس قدر متنوع ہیں کہ کوئی فرد اپنی تمام حاجتیں خود پوری نہیں کر سکتا؛ ہر شخص کسی چیز میں مہارت رکھتا ہے اور باقی اشیا کے لیے دوسروں کا محتاج ہے۔ یہی باہمی احتیاج لین دین کو جنم دیتی ہے، اور بیع اس لین دین کی وہ منظم صورت ہے جس میں ایک چیز دوسری چیز کے عوض باہمی رضامندی سے منتقل ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے تجارت کو باہمی رضامندی کے ساتھ حلال قرار دیا ہے اور سود سے اس کا واضح فرق بیان کیا ہے؛ سورۃ البقرہ میں اس مفہوم کی طرف رہنمائی ملتی ہے کہ اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے (القرآن 2:275 کا مفہوم)۔ فقہائے کرام نے بیع کے احکام کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے تاکہ بازار میں عدل قائم رہے، کسی فریق کے ساتھ دھوکا نہ ہو اور تنازعات کا دروازہ بند رہے۔ زیرِ نظر جواب میں پہلے بیع کا لغوی و اصطلاحی مفہوم واضح کیا جائے گا، پھر اس کی بنیادی شرائط بیان ہوں گی اور آخر میں بیع میں ثابت ہونے والے خیارات یعنی معاہدہ فسخ کرنے کے اختیارات کی وضاحت پیش کی جائے گی۔ یہ مباحث فقہ المعاملات کی بنیاد ہیں، جن کے بغیر آگے کے ابواب مثلاً سلم، اجارہ اور مضاربت کا صحیح فہم ممکن نہیں۔

بیع کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

لغت میں بیع کا مادہ باع ہے جس کے معنی ہاتھ پھیلانے کے بھی آتے ہیں، کیونکہ خرید و فروخت کے موقع پر فریقین عموماً معاہدے کی تکمیل پر ہاتھ بڑھاتے ہیں، اور اس کے معنی خریدنے اور بیچنے دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں؛ یہ لفظ اضداد میں سے شمار ہوتا ہے۔ اصطلاحِ شرع میں بیع کی تعریف فقہائے کرام نے یوں کی ہے کہ یہ مال کا مال کے ساتھ مخصوص طریقے پر تبادلہ ہے، یعنی ایسا عقد جس کے ذریعے ایک مال کی ملکیت دوسرے مال کے عوض دوسرے فریق کو منتقل ہو جائے۔ اس تعریف کے اجزا پر غور کریں تو تین باتیں سامنے آتی ہیں: اول یہ کہ تبادلہ مال کا مال سے ہو؛ دوم یہ کہ یہ تبادلہ مخصوص شرعی طریقے یعنی ایجاب و قبول کے ذریعے ہو؛ سوم یہ کہ اس کا مقصد ملکیت کی منتقلی ہو۔ بیع کی اقسام بھی متعدد ہیں: نقد بیع جس میں قیمت فوراً ادا ہو، ادھار بیع جس میں قیمت کی ادائیگی مؤخر ہو، بیعِ سلم جس میں قیمت پیشگی اور مال مؤخر ہو، بیعِ صرف جو نقدین کے

تبادلے کا نام ہے، اور بیعِ مقایضہ جس میں مال کے بدلے مال ہو۔ بیع کی مشروعیت قرآن، سنت اور اجماع تینوں سے ثابت ہے، اور امت کا تعامل ہر دور میں اس پر قائم رہا ہے، اس لیے اس کے حلال ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

بیع کی بنیادی شرائط

بیع کے صحیح اور نافذ ہونے کے لیے فقہائے کرام نے چند بنیادی شرائط مقرر کی ہیں جنہیں عموماً تین درجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: شرائطِ انعقاد، شرائطِ صحت اور شرائطِ نفاذ و لزوم۔ شرائطِ انعقاد میں سب سے پہلے فریقین کا اہل ہونا ضروری ہے، یعنی بائع اور مشتری عاقل ہوں اور تصرف کی اہلیت رکھتے ہوں؛ نابالغ کا تصرف اس کے ولی کی اجازت سے موقوف رہتا ہے۔ دوسرا جز ایجاب و قبول ہے، یعنی ایک فریق کی پیشکش اور دوسرے کی قبولیت ایک ہی مجلس میں ہو اور دونوں کا مضمون ایک دوسرے کے مطابق ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ مبیع یعنی بیچی جانے والی چیز موجود ہو، معلوم ہو، مالِ متقوم ہو اور بائع اس کی تسلیم پر قادر ہو؛ جو چیز موجود ہی نہیں یا جس کی حوالگی ممکن نہیں، اس کی بیع درست نہیں کیونکہ اس میں غرر یعنی غیر یقینی پائی جاتی ہے۔ چوتھی شرط ثمن یعنی قیمت کا معلوم ہونا ہے؛ قیمت مجہول ہو تو بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ شرائطِ صحت میں یہ بھی شامل ہے کہ بیع ہر قسم کی جہالت، غرر، ربا اور فاسد شرط سے خالی ہو۔ شرائطِ نفاذ میں بائع کا مالک ہونا یا مالک کی طرف سے مختار ہونا شامل ہے؛ فضولی یعنی بغیر اجازت دوسرے کے مال کی بیع مالک کی اجازت پر موقوف رہتی ہے۔ ان شرائط کی رعایت سے معاہدہ محفوظ رہتا ہے اور بازار میں اعتماد قائم ہوتا ہے۔

جدول 1: بیع کی بنیادی شرائط کا خلاصہ

شرط	مختصر وضاحت	عدم رعایت کا اثر
اہلیتِ فریقین	بائع و مشتری عاقل اور تصرف کے اہل ہوں	نابالغ کا تصرف ولی کی اجازت پر موقوف
ایجاب و قبول	پیشکش و قبولیت ایک مجلس میں، باہم مطابق	عدم مطابقت پر عقد منعقد نہیں ہوتا
مبیع کا موجود، معلوم اور قابلِ تسلیم ہونا	چیز معین ہو اور حوالگی ممکن ہو	معدوم یا مجہول کی بیع باطل / فاسد

جہالتِ ثمن سے بیع فاسد	قیمت مقدار و نوعیت کے ساتھ متعین ہو	ثمن کا معلوم ہونا
بیع فاسد یا حرام قرار پاتی ہے	غیر یقینی اور سود کی آمیزش نہ ہو	غرر و ربا سے خلوص

بیع میں ثابت ہونے والے خیارات

خیار کے معنی اختیار کے ہیں؛ بیع میں خیار سے مراد وہ شرعی اختیار ہے جس کے ذریعے کوئی فریق معاہدے کو باقی رکھنے یا فسخ کرنے کا حق رکھتا ہے۔ خیارات کا نظام شریعت کی حکمت کا شاہکار ہے، کیونکہ بازار میں جلد بازی، غلط فہمی یا دھوکے کا امکان ہمیشہ رہتا ہے؛ خیار اسی لیے دیا گیا ہے کہ کوئی فریق نقصان میں نہ پھنسے۔ اہم خیارات درج ذیل ہیں: (1) خیارِ مجلس: جب تک فریقین مجلسِ عقد سے جدا نہ ہوں، دونوں کو فسخ کا اختیار رہتا ہے؛ اس کی بنیاد حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ خریدنے اور بیچنے والے کو جدا ہونے تک اختیار حاصل ہے (متفق علیہ روایت کا مفہوم)؛ احناف کے نزدیک ایجاب و قبول کے بعد عقد لازم ہو جاتا ہے اور خیارِ مجلس ثابت نہیں، جبکہ دیگر ائمہ اس کے قائل ہیں۔ (2) خیارِ شرط: فریقین شرط لگا کر مخصوص مدت تک فسخ کا اختیار محفوظ رکھ سکتے ہیں، مثلاً خریدار کہے کہ تین دن تک مجھے فسخ کا حق ہو گا۔ (3) خیارِ رؤیت: جو چیز دیکھے بغیر خریدی گئی ہو، دیکھنے کے بعد خریدار کو قبول یا رد کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ (4) خیارِ عیب: مبیع میں پرانا عیب نکلے تو خریدار کو فسخ کا حق ملتا ہے، جس کی تفصیل اگلے سوالات میں بھی آئے گی۔ (5) خیارِ وصف: چیز میں متفقہ وصف نہ پائے جائے تو اختیار ثابت ہوتا ہے۔ (6) خیارِ غبن: بڑا دھوکا اور غیر معمولی مالی نقصان ہو تو مغلوب فریق کو بعض صورتوں میں فسخ کا حق ملتا ہے۔ ان خیارات کی بدولت بیع کا عقد ظلم سے محفوظ اور فریقین کے لیے باعثِ اطمینان بنتا ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ بیع مال کا مال کے ساتھ مخصوص شرعی طریقے سے تبادلہ ہے جس کی مشروعیت کتاب و سنت و اجماع سے ثابت ہے۔ اس کی صحت کے لیے فریقین کی اہلیت، ایجاب و قبول، مبیع و ثمن کا معلوم و قابلِ تسلیم ہونا اور غرر و ربا اور فاسد شرائط سے پاک ہونا بنیادی شرائط ہیں۔ اسی طرح خیارات کا نظام مجلس، شرط، رؤیت، عیب اور وصف

جیسے اختیارات کے ذریعے فریقین کو جلد بازی اور دھوکے کے نقصان سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔ یوں شریعت نے تجارت کو نہ صرف حلال قرار دیا بلکہ اس کے لیے ایسا متوازن ضابطہ دیا جس سے بازار میں عدل، شفافیت اور باہمی اعتماد قائم رہتا ہے۔

سوال نمبر 2: عقدِ سلم — مشروعیت، شرائط اور عصرِ حاضر میں عملی اطلاق (20 نمبر)

سوال نمبر 2: عقدِ سلم کی مشروعیت اور بنیادی شرائط کو واضح کرتے ہوئے موجودہ دور کے تجارتی معاملات میں اس کے عملی اطلاق کی صورتیں بیان کریں، نیز مختلف عملی صورتوں کا جائزہ لیتے ہوئے واضح کریں کہ کن حالات میں عقدِ سلم شرعی طور پر درست یا ناجائز ہوگا۔ (20)

تعارف

عقدِ سلم بیع کی ایک خاص صورت ہے جس میں قیمت پیشگی ادا کی جاتی ہے اور مال یعنی مسلم فیہ بعد میں مقررہ مدت پر حوالے کیا جاتا ہے۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز موجود نہ ہو اس کی بیع جائز نہیں، لیکن انسانوں کی ضرورت کے پیشِ نظر شریعت نے سلم کو استثنائی طور پر مشروع قرار دیا۔ کسان کو فصل سے پہلے بیج، کھاد اور محنت کے لیے رقم درکار ہوتی ہے، اسی طرح صنعت کار کو خام مال اور مزدوری کے لیے پیشگی سرمایہ چاہیے؛ دوسری طرف خریدار کو مستقبل کی ضرورت کا سامان مناسب قیمت پر یقینی طور پر مل جاتا ہے۔ یوں سلم خریدار اور بائع دونوں کے لیے سہولت کا ذریعہ ہے۔ زیرِ نظر جواب میں پہلے سلم کی تعریف اور مشروعیت کے دلائل بیان ہوں گے، پھر اس کی سخت شرائط واضح کی جائیں گی، اس کے بعد موجودہ دور میں اس کے عملی اطلاق کی صورتیں پیش کی جائیں گی اور آخر میں مختلف فرضی صورتوں کا جائزہ لے کر بتایا جائے گا کہ سلم کن حالات میں درست اور کن میں ناجائز ہو گا۔ واضح رہے کہ یہ بحث خالصتاً علمی و تعلیمی ہے؛ کسی حقیقی معاہدے کی شرعی حیثیت کا قطعی فیصلہ اہلِ علم اور مستند مفتیانِ کرام ہی کر سکتے ہیں۔

عقدِ سلم کی مشروعیت

سلم کی مشروعیت قرآن وسنت دونوں سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں مدتِ مقررہ تک کے قرض و معاملے کو لکھنے کی ہدایت (سورۃ البقرہ 2:282 کا مفہوم) کو فقہاء نے سلم کی اصل میں شامل کیا ہے کیونکہ سلم بھی ایک مؤجل حق ہے۔ سنت سے اس کی واضح دلیل یہ واقعہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ پھلوں میں ایک دو سال کی پیشگی بیع کیا کرتے تھے؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے کو ختم نہیں کیا بلکہ اس کی اصلاح فرما کر یہ ضابطہ دیا کہ جو سلم کرے وہ معلوم ناپ، معلوم وزن اور معلوم مدت کے ساتھ کرے (بخاری و مسلم میں مروی روایت کا مفہوم)۔ یہ واضح بات ہے کہ سلم کی اصل مشروع ہے البتہ جہالت و نزاع کے اسباب ختم کرنا لازم ہے۔ اسی طرح ایک روایت کے مفہوم کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کی بیع سے منع فرمایا جو آدمی کے پاس موجود نہ ہو، مگر سلم کو رخصت کے طور پر باقی رکھا گیا (ترمذی و نسائی کی روایات کا مفہوم)۔ فقہائے امت کا اس کے جواز پر اجماع ہے، اور ضرورت و حاجت اس کی حکمت ہے۔ اصولِ فقہ کی معروف قاعدہ ہے کہ حاجت بعض اوقات ضرورت کے درجے میں اتر آتی ہے اور ممنوع صورت کو بقدرِ حاجت مباح کر دیتی ہے۔

عقدِ سلم کی بنیادی شرائط

چونکہ سلم عام قاعدے سے استثنا ہے، اس لیے اس کی شرائط عام بیع سے سخت رکھی گئی ہیں تاکہ غرر اور نزاع کا دروازہ بند رہے۔ اہم شرائط یہ ہیں: (1) راس المال یعنی قیمت مجلسِ عقد میں ہی بائع کے قبضے میں دے دی جائے؛ ثمن مؤخر ہو تو یہ قرض کے بدلے قرض کی بیع بن کر ناجائز ہو جائے گا۔ (2) مسلم فیہ یعنی خریدی جانے والی چیز مثلی ہو، یعنی ناپ تول اور عدد سے ملنے والی جنسی اشیا میں سے ہو جیسے گندم، چاول، کپڑا وغیرہ، تاکہ اس کی مثل فراہم کرنا ممکن ہو۔ (3) مسلم فیہ کی جنس، نوع، مقدار، وصف اور معیار مکمل طور پر معلوم ہو۔ (4) حوالگی کی مدت اور جگہ متعین ہو۔ (5) مسلم فیہ عقد کے وقت سے حوالگی تک بازار میں عموماً دستیاب رہنے والی چیز ہو، تاکہ بائع کے لیے فراہمی ممکن رہے۔ (6) مسلم فیہ کسی معین چیز کی طرف منسوب نہ ہو، مثلاً فلاں کھیت کی گندم کہنا درست نہیں، کیونکہ وہ کھیت تباہ بھی ہو سکتا ہے؛ سلم بائع کے ذمے میں دَین کے طور پر

ثابت ہوتا ہے۔(7) ایسے دو عوض نہ ہوں جن میں ربا کا شبہ پیدا ہو، جیسے گندم کے بدلے گندم کا سلم۔ ان شرائط میں سے کسی ایک کی بھی خلاف ورزی سلم کو فاسد کر دیتی ہے، کیونکہ استثنائی رخصت ہمیشہ اپنی حدود کے ساتھ مشروط ہوتی ہے۔

موجودہ دور میں عقدِ سلم کا عملی اطلاق

عصرِ حاضر میں سلم کے اطلاق کی کئی صورتیں موجود ہیں۔ اول زرعی مالیات: کسان پیشگی رقم لے کر فصل کی حوالگی کا وعدہ کرتا ہے؛ اسلامی بینک اور مائیکرو فنانس ادارے سلم کے ذریعے کسانوں کو سود سے پاک مالی سہولت دیتے ہیں، بعد میں فصل وصول کر کے بازار میں فروخت کر لیتے ہیں۔ دوم صنعتی پیداوار: کارخانہ دار کو خام مال خریدنے کے لیے پیشگی سرمایہ سلم کی صورت میں مل سکتا ہے اور وہ تیار مصنوعات مقررہ مدت میں فراہم کرتا ہے۔ سوم برآمدی تجارت: برآمد کنندہ پیشگی رقم حاصل کر کے مقررہ مدت پر معین معیار کا مال تیار کر کے بھیجتا ہے، جو آج کے ایڈوانس پیمنٹ کے نظام سے قریب ہے مگر شرائط کی پابندی کے ساتھ۔ چہارم، اسلامی بینکاری میں سلم فنانسنگ اور متوازی سلم: بینک ایک فریق سے سلم میں مال خریدتا ہے اور اسی نوع کا مال دوسرے فریق کو متوازی سلم میں فروخت کرتا ہے، دونوں معاہدے شرعاً ایک دوسرے سے آزاد رکھے جاتے ہیں۔ پنجم حکومت کی اجناس کی خریداری: ریاست گندم وغیرہ کی امدادی خرید میں بھی اصولی طور پر سلم کی شرائط کا فریم ورک رہنمائی دیتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں کامیابی کا دارومدار دستاویزی شفافیت، معیار کی تعیین اور بروقت حوالگی پر ہے۔

عملی صورتوں کا جائزہ: درست اور ناجائز حالات

اب چند عملی صورتوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ صورتِ اول: ایک اسلامی بینک کسان کو ساٹھ دن پہلے مکمل قیمت ادا کر کے پانچ سو من گندم، معین معیار اور مقررہ گودام پر حوالگی کی شرط کے ساتھ خریدتا ہے؛ یہ درست سلم ہے کیونکہ ثمن پیشگی ہے اور مسلم فیہ معلوم و مثلی ہے۔ صورتِ دوم: خریدار قیمت کی آدھی رقم اب اور آدھی فصل پر دینے کی شرط لگاتا ہے؛ یہ ناجائز ہے کیونکہ سلم میں تمام ثمن مجلسِ عقد میں قبضے میں آنا شرط ہے۔ صورتِ سوم: تاجر کہتا ہے کہ میرے فلاں باغ کے آم اس سال خرید لیے؛ یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ مسلم فیہ معین چیز کی طرف منسوب کر دیا گیا، جس کے ہلاک ہونے کا امکان ہے۔ صورتِ چہارم: برآمد کنندہ سوٹوں کی تعداد، سائز، کپڑے کی قسم اور حوالگی کی تاریخ

متعین کر کے پیشگی پوری قیمت لیتا ہے؛ یہ درست ہے۔ صورتِ پنجم: قیمت گندم ہی میں مقرر کی جائے کہ سو من گندم دے کر بعد میں ایک سو بیس من گندم لی جائے گی؛ یہ ربا کی صورت بننے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ صورتِ ششم: حوالگی کی مدت ہی مقرر نہ ہو اور کہا جائے کہ جب فصل تیار ہو جائے؛ مدت مجہول ہونے سے سلم فاسد ہو گا۔ ان مثالوں سے قاعدہ واضح ہوتا ہے کہ جہاں ثمن پیشگی، مسلم فیہ معلوم مثلی، ذمے کا دَین اور مدت متعین ہو وہاں سلم درست، اور جہاں ان میں خلل آئے وہاں سلم ناجائز یا فاسد ہو گا۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ عقدِ سلم ضرورت کی بنا پر مشروع قرار دی گئی ایک استثنائی بیع ہے جس کی دلیل سنتِ نبوی کی براہِ راست رہنمائی اور امت کا اجماع ہے۔ اس کی صحت کا راز اس کی سخت شرائط میں ہے: ثمن کی پیشگی و مکمل ادائیگی، مسلم فیہ کا مثلی، معلوم اور ذمے کا دَین ہونا، اور [illegible] و تمام حوالگی کی تعیین۔ آج کے دور میں زراعت، صنعت، برآمدات اور اسلامی بینکاری میں اس کا وسیع اطلاق ممکن ہے بشرطیکہ شرائط کی مکمل پابندی ہو۔ یاد رہے کہ یہ گائیڈ علمی رہنمائی کے لیے ہے؛ کسی مخصوص معاہدے کے درست یا ناجائز ہونے کا حتمی فیصلہ مستند اہلِ علم ہی کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر 3: خیارِ عیب کا اطلاق — پوشیدہ عیب کی صورت کا حل (20 نمبر)

سوال نمبر 3: ایک شخص نے کسی چیز کی خریداری کے بعد اس میں ایسا عیب دریافت کیا جو خریداری کے وقت موجود تھا مگر اس سے پوشیدہ رکھا گیا تھا۔ خیارِ عیب کے اصول کو اس صورت حال پر منطبق کرتے ہوئے خریدار کے شرعی اختیار کی وضاحت کریں۔ (20)

تعارف اور مسئلے کی صورت

بازاری لین دین کی بنیاد باہمی اعتماد پر ہے۔ خریدار اس یقین کے ساتھ قیمت ادا کرتا ہے کہ مبیع اسی حالت میں ہو گا جس حالت میں اسے پیش کیا گیا تھا۔ سوال میں دی گئی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز خریدی، عقد مکمل ہوا اور قبضہ بھی ہو گیا، مگر بعد میں اس چیز میں ایسا عیب ظاہر ہوا جو خریداری کے وقت موجود تھا لیکن خریدار کو نہ بتایا گیا اور نہ

اسے اس کا علم ہو سکا، بلکہ وہ اس سے پوشیدہ رکھا گیا۔ یہ صورت فقہ میں خیارِ عیب کے باب سے تعلق رکھتی ہے۔ خیارِ عیب وہ شرعی اختیار ہے جو خریدار کو اس صورت میں حاصل ہوتا ہے جب مبیع میں ایسا پرانا عیب نکل آئے جو قیمت کو کم کرنے والا ہو اور جس پر خریدار عقد کے وقت مطلع نہ تھا۔ اسلام میں دھوکا اور غش سختی سے ممنوع ہے؛ روایت کے مفہوم کے مطابق جو شخص دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔ اخلاقی دائرے سے خارج قرار دیا گیا (مسلم کی روایت کا مفہوم)۔ اسی اصول پر خیارِ عیب خریدار کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ زیرِ نظر جواب میں خیارِ عیب کی تعریف، شرائط، اس صورت پر اطلاق، خریدار کے اختیارات اور اس کے سقوط کی صورتیں بیان کی جائیں گی۔ نوٹ رہے کہ یہ تحریر علمی رہنمائی ہے؛ کسی حقیقی تنازع کا فیصلہ عدالت یا مستند اہلِ علم کے سامنے حقائق ثابت کرکے ہی ممکن ہے۔

خیارِ عیب کی تعریف اور شرعی بنیاد

فقہائے کرام کے نزدیک عیب اس نقص کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے عرفِ بازار میں چیز کی قیمت کم ہو جاتی ہو اور اہلِ حرفہ اسے نقصان شمار کرتے ہوں۔ ہر چھوٹی سی کمی عیب نہیں ہوتی؛ معیار تاجروں کا عرف اور قیمت پر اثر ہے۔ خیارِ عیب کی بنیاد یہ اصول ہے کہ عقد میں خریدار کی رضامندی سالم مبیع پر مبنی ہوتی ہے اور سلامتی کا وصف عقد میں غیر مکتوب شرط کی حیثیت رکھتا ہے؛ جب یہ وصف نہ ملے تو رضامندی ناقص ہو جاتی ہے، اسی لیے شارع نے خریدار کو فسخ کا اختیار دیا۔ اس کے شرعی دلائل میں سود و بیع کے عام اصول، دھوکے کی ممانعت اور فریقین کے ضرر کے ازالے کے قواعد شامل ہیں۔ قواعدِ فقہیہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ ضرر کو زائل کیا جائے گا (الضرر یزال)؛ اسی قاعدے کی روشنی میں خریدار پر عیب دار چیز کا نقصان ڈالنا ظلم قرار پاتا ہے۔ فقہاء نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ خیارِ عیب محض اخلاقی نصیحت نہیں بلکہ ایک قابلِ نفاذ حق ہے جسے خریدار عدالت کے ذریعے بھی حاصل کر سکتا ہے، اور بائع پر لازم ہے کہ وہ یا چیز واپس لے کر قیمت لوٹائے یا دوسرا جائز حل قبول کرے۔

خیارِ عیب ثابت ہونے کی شرائط

خیارِ عیب ہر صورت میں ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کی چند شرائط ہیں، جن کی روشنی میں سوال کی صورت کو پرکھا جائے گا۔ پہلی شرط: عیب خریداری کے وقت، یعنی عقد اور قبضے سے پہلے، بائع کے پاس موجود ہو؛ اگر عیب خریدار کے قبضے کے بعد پیدا ہوا تو وہ بائع کی ذمہ داری نہیں۔ دوسری شرط: خریدار کو عیب کا علم نہ ہو؛ اگر اس نے عیب دیکھ کر یا جان

کر خریدا تو اس کی رضامندی کامل سمجھی جائے گی اور خیار ساقط ہو جائے گا۔ تیسری شرط: عقد میں سلامتی سے براءت کی شرط نہ لگی ہو؛ اگر بائع نے تمام عیوب سے براءت کی شرط لگا کر بیچا اور خریدار نے قبول کر لیا تو بعض فقہاء کے نزدیک خیار ختم ہو جاتا ہے، البتہ دھوکے سے چھپایا گیا عیب اس میں بھی محلِ نظر رہتا ہے۔ چوتھی شرط: عیب ایسا ہو جو قیمت کو کم کرے اور چیز کے عام استعمال کو متاثر کرے۔ پانچویں شرط: خریدار نے عیب پر مطلع ہونے کے بعد ایسی رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو جس سے اس کا اختیار ساقط ہو جائے، مثلاً عیب جاننے کے بعد بھی چیز کو اپنے استعمال میں لا کر ملکیت کا تصرف کرنا۔ سوال میں دی گئی صورت میں عیب پرانا ہے، خریدار سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اور عقد کے وقت اسے علم نہ تھا، اس لیے تمام شرائط پوری ہوتی ہیں اور خیارِ عیب مکمل طور پر ثابت ہے، بلکہ بائع کی طرف سے عیب چھپانا اخلاقی جرم اور تدلیس بھی ہے جس سے خریدار کا حق مزید مضبوط ہو جاتا ہے۔

خریدار کے شرعی اختیارات

شرائط پوری ہونے کے بعد خریدار کو بنیادی طور پر دو اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا اختیار: وہ چیز کو برقرار رکھے اور پوری قیمت ادا کرے؛ یہ اس کی رضا ہے اور اس صورت میں وہ عیب کی کمی کا مطالبہ عام فقہی رائے کے مطابق نہیں کر سکتا، کیونکہ خیارِ عیب میں اصل حق فسخ کا ہے، ثمن کی کمی کا نہیں، البتہ بائع اپنی خوشی سے رعایت دے تو یہ اس کا حسنِ سلوک ہو گا۔ دوسرا اختیار: وہ پوری چیز واپس کر کے پوری قیمت واپس لے لے؛ یہ فسخ کہلاتا ہے اور یہی اس مسئلے کا اصل حل ہے۔ خریدار جزوی چیز واپس نہیں کر سکتا اور نہ عیب دار حصے ہی کا ثمن روک سکتا ہے، کیونکہ عقد ایک وحدت ہے۔ عملی طریقہ یہ ہے کہ خریدار شائستگی سے بائع کے پاس جائے، عیب دکھائے، رسید یا گواہوں سے خریداری اور عیب کی قدامت ثابت کرے؛ عرفاً ماہر کی رائے، مثلاً مستری یا ٹیکنیشن کی جانچ، عیب کی نوعیت واضح کر دیتی ہے۔ بائع انکار کرے تو خریدار صارف عدالت یا عدالتِ قانون سے رجوع کر سکتا ہے، اور باہمی صلاح مشورے سے معاملہ نمٹانا سب سے افضل ہے۔ خریدار کو یہ بھی چاہیے کہ عیب معلوم ہوتے ہی چیز کا استعمال روک دے اور معقول مدت میں بائع کو مطلع کرے، کیونکہ تاخیر اور استعمال رضامندی پر محمول ہو سکتا ہے۔ مزید یہ کہ اگر بائع نے جان بوجھ کر عیب چھپایا تو وہ گناہ گار بھی ہے اور اس پر توبہ و تلافی لازم ہے؛ تاہم کسی مخصوص کیس میں حق کا حتمی تعین ثبوت کی بنیاد پر اہلِ علم یا عدالت ہی کرے گی۔

جدول 1: خیارِ عیب — صورتوں اور نتائج کا خلاصہ

شرعی حکم	صورت
خریدار کو فسخ یا برقرار رکھنے کا اختیار	عیب پرانا، خریدار کو علم نہیں
خیارِ عیب ثابت نہیں؛ نقصان خریدار کا	عیب خریدار کے قبضے کے بعد پیدا ہوا
رضامندی کامل؛ خیار ساقط	خریدار کو عیب کا علم تھا
رضا کی علامت؛ خیار ساقط ہونے کا اندیشہ	عیب معلوم ہونے کے بعد بھی استعمال جاری رکھا
تدلیس؛ خریدار کا حقِ فسخ مضبوط، بائع گناہ گار	بائع نے جان بوجھ کر عیب چھپایا

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ سوال کی صورت میں عیب خریداری کے وقت موجود تھا اور خریدار سے پوشیدہ رکھا گیا، اس لیے خیارِ عیب کی تمام شرائط پوری ہیں اور خریدار کو شرعی اختیار حاصل ہے کہ یا تو چیز کو مکمل قیمت پر برقرار رکھے یا چیز واپس کر کے پوری قیمت حاصل کر لے۔ بائع کی جانب سے عیب چھپانا تدلیس ہے جو اسلام میں سخت ممنوع ہے۔ خریدار کو چاہیے کہ عیب سامنے آتے ہی استعمال روک کر بائع کو مطلع کرے اور شائستہ و دستاویزی طریقے سے حق مانگے؛ تنازع کی صورت میں فیصلہ اہلِ علم یا عدالت کے سپرد ہے۔ یہی عدل بیع کے پورے نظام کو قابلِ اعتماد بناتا ہے۔

سوال نمبر 4: سودی معاملات کا تنقیدی جائزہ اور حرمتِ سود کی حکمتیں (20 نمبر)

سوال نمبر 4: موجودہ معاشی نظام میں رائج مختلف سودی معاملات کا اسلامی تصورِ تجارت کی روشنی میں تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے واضح کریں کہ سود کو ممنوع قرار دینے کی شرعی اور معاشی حکمت کیا ہے۔ (20)

تعارف

سود عصرِ حاضر کے معاشی نظام کی بنیادی اکائی ہے۔ بینک سے کریڈٹ کارڈ تک، قرض سے بانڈ تک، تقریباً ہر بڑا مالی معاملہ سود کے گرد گھومتا ہے۔ دوسری جانب اسلام کا تصورِ تجارت اس سے بالکل مختلف ہے: اسلام مال کو محنت، تجارت اور حقیقی اثاثوں سے جوڑتا ہے اور بغیر خطرہ اٹھائے یا بغیر مقابل کے ضمانت شدہ اضافے کو ظلم قرار دیتا ہے۔ قرآن مجید نے سود خوروں کے لیے سخت ترین الفاظ استعمال کیے ہیں اور اسے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلانِ جنگ کے مترادف قرار دینے کی تنبیہ نقل کی گئی ہے (سورۃ البقرہ 2:278 تا 279 کے مفہوم کی طرف اشارہ)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بھی سود لینے، دینے، لکھنے اور گواہ بننے والوں پر لعنت کی وعید آئی ہے (مسلم کی روایت کا مفہوم)۔ زیرِ نظر جواب میں موجودہ دور کے رائج سودی معاملات کی اقسام بیان کر کے اسلامی تصورِ تجارت کی روشنی میں ان کا تنقیدی جائزہ لیا جائے گا، پھر سود کی حرمت کی شرعی و معاشی حکمتیں تفصیل سے بیان ہوں گی۔ یہ بحث علمی ہے؛ کسی مخصوص مالی پراڈکٹ کے شرعی حکم کے لیے مستند شریعہ اسکالرز سے رجوع ضروری ہے۔

موجودہ دور کے رائج سودی معاملات

موجودہ نظام میں سود کئی صورتوں میں رائج ہے۔ (1) بینک قرضے: ذاتی، کاروباری اور رہائشی قرضوں پر مقررہ شرح سے سود لیا جاتا ہے؛ اصل رقم پر وقت کے بدلے اضافہ قطعی اور یقینی ہوتا ہے، کاروبار نفع دے یا نقصان، قرض خواہ کا اضافہ پکا ہوتا ہے۔ (2) کریڈٹ کارڈ: ادائیگی میں تاخیر پر بھاری شرح سے سود اور پھر سود پر سود یعنی مرکب سود عائد ہوتا ہے جس سے مقروض قرض کے جال میں پھنستا چلا جاتا ہے۔ (3) سیونگ اکاؤنٹ و فکسڈ ڈپازٹ: جمع کنندہ کو اصل کی ضمانت کے ساتھ مقررہ منافع دیا جاتا ہے جو شرعی پیمانے پر سود ہی ہے کیونکہ یہ قرض پر مشروط اضافہ ہے۔ (4) بانڈز و ٹریژری بلز: حکومت و کمپنیاں مقررہ کوپن پر سرمایہ لیتی ہیں؛ خریدار کا نفع حقیقی پیداوار سے کٹا ہوا

ہوتا ہے۔(5) اوور ڈرافٹ اور مارجن فنانسنگ: کاروباری کھاتوں میں شارٹ ٹرم قرض پر سود۔(6) لیٹ پیمنٹ سرچارج: تجارتی ادھار میں تاخیر پر اضافی رقم، جو قرض پر مدت کے عوض اضافے کی صورت ہونے سے سود کے مشابہ قرار پاتی ہے۔(7) قرض کی ری شیڈولنگ پر اضافے کی شرط۔ ان تمام صورتوں کا مشترکہ وصف یہ ہے کہ ایک فریق بغیر کاروباری خطرہ اٹھائے یقینی اضافہ حاصل کرتا ہے اور سارا خطرہ دوسرے فریق پر ڈال دیا جاتا ہے۔

اسلامی تصورِ تجارت کی روشنی میں تنقیدی جائزہ

اسلامی تصورِ تجارت تین اصولوں پر کھڑا ہے: اول، نفع ہمیشہ خطرے اور ذمہ داری کے مقابل ہو؛ فقہی قاعدہ ہے کہ خراج یعنی نفع ضمان یعنی خطرہ برداشت کرنے کے مقابلے میں ملتا ہے (الخراج بالضمان)۔ دوم، نفع حقیقی معاشی سرگرمی یعنی بیع، اجارہ، صنعت و زراعت سے پیدا ہو، محض رقم کی گردش سے نہیں۔ سوم، معاملہ غرر، ظلم اور استحصال سے پاک ہو۔ ان اصولوں پر سودی نظام کو پرکھیں تو کئی خامیاں نکلتی ہیں: سود خواہ کاروباری ناکامی میں بھی اپنا اضافہ وصول کرتا ہے، جس سے مقروض دوہرے نقصان کا شکار ہوتا ہے؛ معیشت میں دولت گردش کے بجائے قرض دینے والوں کے پاس سمٹتی ہے، جس سے معاشی عدم مساوات بڑھتی ہے؛ سود کی شرح پیداواری سرمایہ کاری کو مہنگا کر کے مہنگائی کو ہوا دیتی ہے؛ قرض پر مبنی نظام میں مالی بحران بار بار جنم لیتے ہیں کیونکہ وعدے اصل معیشت سے بڑھ جاتے ہیں؛ اور کریڈٹ کی آسانی غیر ضروری قرض و اسراف کو فروغ دیتی ہے۔ اس کے برعکس اسلامی تجارت میں سرمایہ کار شریکِ نفع و نقصان بنتا ہے، اس لیے سرمایہ حقیقی ضرورت اور اچھے منصوبوں کی طرف جاتا ہے، خطرہ منصفانہ تقسیم ہوتا ہے اور دولت کی گردش معاشرے کے مختلف طبقات تک پہنچتی ہے۔ یہ تنقید محض نظری نہیں؛ جدید معاشیات کے کئی ماہرین بھی قرض و سود پر مبنی نظام کی عدم استحکامی کو تسلیم کرتے ہیں۔

سود کی حرمت کی شرعی و معاشی حکمتیں

سود کو ممنوع قرار دینے کی حکمتیں متعدد ہیں۔ شرعی حکمتوں میں سب سے پہلی اطاعتِ الٰہی ہے: سود کی حرمت قطعی نصوص سے ثابت ہے اور مومن کا کام حکم کی حکمت سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس کی پابندی ہے۔ دوسری حکمت ظلم کی ممانعت ہے؛ قرآن نے سود کے مقابل اصول یہ بیان کیا ہے کہ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے (سورۃ البقرہ

2:279 کے مفہوم)؛ قرض دے کر ضمانت شدہ اضافہ لینا مقروض کی مجبوری کا استحصال ہے۔ تیسری حکمت مال کی پاکیزگی اور برکت ہے؛ سود کا مال ظاہری بڑھوتری کے باوجود برکت سے خالی قرار دیا گیا ہے۔ معاشی حکمتوں میں اوّل دولت کی عادلانہ گردش ہے: زکاۃ، صدقہ، تجارت اور شرکت کے نظام سے مال اربابِ ثروت ہی میں گردش نہیں کرتا۔ دوم خطرے کی منصفانہ تقسیم: نقصان صرف مقروض پر نہیں پڑتا بلکہ سرمایہ کار بھی شریک ہوتا ہے، جس سے ناکامی کی صورت میں دیوالیہ پن کی شدت کم ہوتی ہے۔ سوم حقیقی معیشت کی حوصلہ افزائی: سرمایہ پیداواری مقصوبوں میں لگتا ہے جس سے روزگار اور اشیا کی فراہمی بڑھتی ہے۔ چہارم معاشی استحکام: اثاثے سے جڑی مالیات میں قرض کا غبارہ کم پھولتا ہے اور بحرانوں کی شدت گھٹتی ہے۔ پنجم سماجی ہمدردی: قرضِ حسنہ اور خیرات کے ادارے معاشرے میں اخوت پیدا کرتے ہیں، جبکہ سودی نظام انسان کو بھی قیمت والی شے بنا دیتا ہے۔ ان حکمتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حرمتِ سود محض مذہبی پابندی نہیں بلکہ ایک جامع معاشی و اخلاقی اصلاح ہے۔

جدول 1: سودی نظام اور اسلامی تجارتی نظام کا موازنہ

پہلو	سودی نظام	اسلامی نظام
نفع کی بنیاد	وقت اور قرض؛ یقینی اضافہ	حقیقی تجارت / اثاثہ؛ خطرے کے مقابل نفع
خطرہ	سارا مقروض / سرمایہ لینے والے پر	فریقین میں منصفانہ تقسیم
ناکامی کی صورت	قرض خواہ کا حق پھر بھی پکا	نقصان اصولوں کے مطابق بانٹا جاتا ہے
دولت کی گردش	امراء کے پاس ارتکاز	گردش و تقسیم کی حوصلہ افزائی
معاشی استحکام	قرضی غبارے اور بحران	اثاثہ جاتی مالیات، نسبتاً استحکام

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ موجودہ سودی معاملات کی تمام صورتوں میں ایک فریق بغیر خطرہ برداشت کیے یقینی اضافہ حاصل کرتا ہے، جو اسلامی تصورِ تجارت کے بنیادی اصولوں — نفع کی خطرے سے نسبت، حقیقی معاشی سرگرمی اور ظلم و غرری ممانعت — سے ٹکراتا ہے۔ سود کی حرمت کی حکمتیں شرعی بھی ہیں اور معاشی بھی: اطاعتِ الٰہی، ظلم کا خاتمہ، دولت کی عادلانہ گردش، خطرے کی منصفانہ تقسیم، حقیقی پیداوار کی حوصلہ افزائی اور معاشی استحکام۔ اسی لیے اسلامی مالیات بیع، اجارہ، مضاربت اور شرکت جیسے جائز متبادلات پیش کرتی ہے جن سے سرمایہ کی ضروریات بھی پوری ہوتی ہیں اور نظام عدل پر قائم رہتا ہے۔ کسی خاص جدید پراڈکٹ پر قطعی شرعی فیصلے کے لیے مستند علماء و شریعہ بورڈز سے رجوع کرنا چاہیے۔

سوال نمبر 5: اسلامی مالیاتی ادارے کے لیے اجارہ پر مبنی عملی منصوبہ (20 نمبر)

سوال نمبر 5: اجارہ کے ارکان، شرائط اور احکام کی روشنی میں کسی اسلامی مالیاتی ادارے کے لیے اجارہ کی بنیاد پر مالیاتی خدمات کے اجرا کا ایک جامع عملی منصوبہ (Plan) پیش کریں، جس میں معاہدے کی تشکیل، فریقین کی ذمہ داریاں، اثاثے کے استعمال، کرایہ اور دیگر متعلقہ شرائط کو شرعی اصولوں کے مطابق واضح کیا گیا ہو۔ (20)

تعارف

اجارہ اسلامی مالیات کے مقبول ترین اور عملی ترین ذرائع میں سے ہے۔ اجارہ کا مفہوم ہے کسی چیز کی منفعت کو معلوم عوض کے بدلے مخصوص مدت کے لیے منتقل کرنا۔ جب کوئی شخص گاڑی، مشینری یا مکان خریدنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو مگر اس کے استعمال کی ضرورت ہو تو اجارہ اسے ملکیت کے بوجھ کے بغیر منفعت فراہم کرتا ہے۔ اسلامی مالیاتی ادارے اجارے کو اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ ادارہ خود اثاثہ خرید کر اس کا مالک بنتا ہے، پھر اسے کرایے پر دیتا ہے اور ملکیت کے خطرات بھی خود برداشت کرتا ہے؛ یہی نکتہ اسے سودی قرض سے ممتاز کرتا ہے، کیونکہ سودی قرض میں ادارہ رقم دیتا ہے اور اثاثے سے اس کا تعلق نہیں ہوتا۔ زیرِ نظر جواب میں پہلے اجارے کے ارکان و شرائط

مختصراً بیان ہوں گے، پھر ایک اسلامی مالیاتی ادارے کے لیے مرحلہ وار جامع عملی منصوبہ پیش کیا جائے گا جس میں معاہدے کی تشکیل، فریقین کی ذمہ داریاں، اثاثے کا استعمال، کرایے کا تعین اور مدت کے اختتام کی صورتیں شرعی اصولوں کے مطابق واضح ہوں گی، اور آخر میں خطرات کے شرعی انتظام کا خاکہ دیا جائے گا۔

اجارہ کے ارکان و شرائط کا خلاصہ

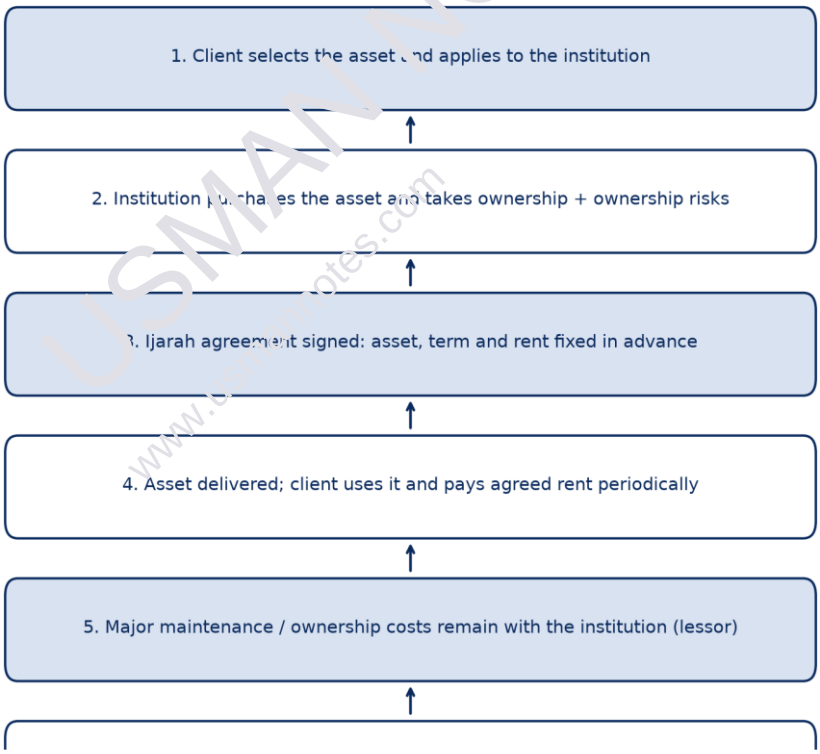
اجارے کے ارکان میں موجر یعنی کرایے پر دینے والا، مستاجر یعنی کرایہ دینے والا، معقود علیہ یعنی منفعت، اور اجرت یعنی کرایہ شامل ہیں، اور عقد ایجاب و قبول سے مکمل ہوتا ہے۔ اہم شرائط یہ ہیں: منفعت معلوم و مباح ہو؛ اثاثہ ایسا ہو جس کی عین باقی رکھ کر منفعت حاصل کی جا سکے، یعنی کھانے پینے کی اشیا کا اجارہ درست نہیں؛ کرایہ مقدار و نوعیت کے اعتبار سے معلوم ہو؛ مدت متعین ہو؛ موجر اثاثے کا مالک ہو یا مالک کا مختار ہو؛ اثاثہ مستاجر کے قبضے میں اس طرح دیا جائے کہ وہ مقصودہ منفعت حاصل کر سکے۔ اہم احکام یہ ہیں کہ ملکیت کے بنیادی اخراجات اور بڑی مرمت موجر پر ہوتی ہے، عمومی دیکھ بھال جو استعمال سے پیدا ہو مستاجر کے ذمے ڈالی جا سکتی ہے؛ اثاثہ مستاجر کے پاس امانت ہے، تعدی یا تقصیر کی صورت میں وہ ضامن ہو گا؛ اثاثہ ہلاک ہو جائے تو اجارہ ختم ہو جاتا ہے اور کرایہ بند ہو جاتا ہے۔ بکافل یعنی اسلامی انشورنس کے اخراجات اصولاً مالک پر ہوتے ہیں۔ کرایے کی شروعات اثاثے کی حوالگی سے ہوتی ہے، محض عقد سے نہیں۔ یہی اصول آگے کے منصوبے کی بنیاد ہیں۔

عملی منصوبہ: مرحلہ وار تشکیل

ادارے کے لیے اجارہ خدمات کا منصوبہ درج ذیل مراحل پر مشتمل ہو گا۔ مرحلہ اول — درخواست و جانچ: گاہک مطلوبہ اثاثے کی تفصیل دے کر درخواست جمع کرے؛ ادارہ اس کی ساکھ، ادائیگی کی صلاحیت اور مقصد کی شرعی حیثیت جانچے۔ مرحلہ دوم — حصولِ اثاثہ: ادارہ خود وینڈر سے اثاثہ خریدے، اس کی ملکیت اور قبضہ حاصل کرے اور ملکیت کے خطرات قبول کرے؛ یہ ضروری ہے کہ کرایے کا معاہدہ ادارے کی ملکیت سے پہلے لازم نہ کیا جائے، البتہ گاہک سے یک طرفہ وعدہ لیا جا سکتا ہے کہ وہ ملکیت کے بعد اجارہ کرے گا۔ مرحلہ سوم — وعدہ و معاہدہ: گاہک کا وعدہ تحریری ہو، پھر ملکیت کے بعد الگ اجارہ معاہدہ ہو جس میں اثاثے کی مکمل تفصیل، مدت، کرایہ، کرایے کی ادائیگی کی تاریخیں، استعمال کی حدود اور اختتامی اختیارات درج ہوں۔ مرحلہ چہارم — حوالگی: اثاثہ گاہک کے حوالے کیا جائے، حوالگی نامہ پر دستخط ہوں اور اسی دن سے کرایہ شروع ہو۔

مرحلہ پنجم — مدتِ اجارہ کا انتظام: وقتاً فوقتاً معائنہ، تکافل کی تجدید، بڑی مرمت ادارے کے خرچ پر اور کرایے کی وصولی کا نظام۔ مرحلہ ششم — اختتام: مدت پوری ہونے پر تین صورتیں ہو سکتی ہیں: اثاثہ واپس کر دیا جائے، نیا اجارہ ہو، یا ایک الگ معاہدہ / وعدے کے تحت اثاثہ گاہک کو بیع یا ہبے سے منتقل کیا جائے؛ منتقلی اجارہ معاہدے کی شرط نہیں ہو گی بلکہ مستقل عمل ہو گی۔ اس پوری دستاویز کو ادارے کا شریعہ بورڈ منظور کرے اور شرعی آڈٹ کا سالانہ نظام قائم ہو۔

Figure 1: Ijarah Financing Process in an Islamic Financial Institution



شکل 1: اسلامی مالیاتی ادارے میں اجارے کا مرحلہ وار عمل — ادارہ پہلے اثاثے کا مالک بنتا ہے، پھر اجارہ ہوتا ہے اور ملکیت کے خطرات مالک ہی برداشت کرتا ہے۔

فریقین کی ذمہ داریاں، استعمال اور کرایے کی شرائط

موجر یعنی ادارے کی ذمہ داریاں: اثاثے کا مالک بننا اور اسے استعمال کے قابل حالت میں حوالے کرنا؛ ملکیت سے متعلق ٹیکس، تکافل اور بڑی ساختی مرمت کا بوجھ اٹھانا؛ اثاثہ ہلاک ہو جائے تو کرایہ ختم کر دینا اور گاہک کو نقصان کا ذمہ دار نہ ٹھہرانا بشرطیکہ اس کی تعدی نہ ہو؛ معاہدے کی مدت میں اثاثہ دوسرے کو فروخت بھی کرے تو گاہک کے اجارہ

حق کا احترام برقرار رکھنا۔ مستاجر یعنی گاہک کی ذمہ داریاں: کرایہ بروقت ادا کرنا؛ اثاثے کو صرف متفقہ مقصد و حدود میں استعمال کرنا؛ معمول کی دیکھ بھال کرنا؛ تعدی یا غفلت سے ہونے والے نقصان کی تلافی؛ اثاثہ آگے کرایے پر دینا یا منتقل کرنا ادارے کی اجازت کے بغیر نہ کرنا۔ کرایے کی شرائط: کرایہ معلوم اور متعین ہو، پوری مدت کے لیے مقرر بھی ہو سکتا ہے اور آئندہ ادوار کے لیے کسی [illegible] سے منسلک بھی بشرطیکہ ہر دور کا کرایہ اس دور کے آغاز پر معلوم ہو جائے؛ تاخیر پر جرمانے کی رقم گاہک سے لے کر صدقے میں دینے کی شرط رکھی جائے تاکہ ادارے کو سود جیسا فائدہ نہ ہو؛ کرایہ اثاثے کی حوالگی اور استعمال کی استطاعت سے شروع ہو۔ استعمال کی شرائط: اثاثہ حلال مقصد میں استعمال ہو گا؛ غیر قانونی یا غیر شرعی استعمال پر ادارے کو معاہدہ ختم کرنے کا حق ہو گا؛ استعمال کی جگہ و حدود معاہدے میں لکھی جائیں گی؛ گاہک انشورنس کی جگہ تکافل میں شرکت ادارے کی ہدایت کے مطابق کرے گا۔ یہ شرائط معاہدے کو غرر اور جھگڑے سے پاک رکھتی ہیں۔

جدول 1: اجارہ منصوبے کا خلاصہ

پہلو	معاہدے میں طے ہونے والی بات
اثاثہ	تفصیل، ماڈل، حالت؛ ادارہ پہلے مالک بنے گا
مدت	مقررہ مدت؛ کرایہ حوالگی کے دن سے شروع
کرایہ	معلوم مقدار؛ ادائیگی کا شیڈول؛ تاخیری رقم صدقے کے لیے
مرمت	بڑی مرمت و تکافل: ادارہ؛ معمولی دیکھ بھال: گاہک
استعمال	متفقہ حلال مقصد و حدود؛ تعدی پر ضمان
اختتام	واپسی، تجدید، یا الگ معاہدے سے منتقلی

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ اجارہ پر مبنی مالیاتی خدمت تبھی اسلامی کہلائے گی جب اس کی روح برقرار رہے: ادارہ حقیقی مالک بنے، ملکیت کے خطرات و اخراجات برداشت کرے، کرایہ معلوم و منصفانہ ہو، فریقین کی ذمہ داریاں تحریر میں واضح ہوں، اور اثاثے کی منتقلی اجارے سے الگ عمل ہو۔ پیش کیا گیا مرحلہ وار منصوبہ — درخواست و جانچ، حصولِ اثاثہ، وعدہ، معاہدہ، حوالگی، انتظام اور اختتام — انہی اصولوں کی عملی شکل ہے۔ یہ گائیڈ تعلیمی رہنمائی کے لیے ہے؛ کسی بھی ادارے کو عملی نفاذ سے پہلے اپنے شریعہ بورڈ اور قانونی مشیروں سے دستاویزات کی منظوری لینی چاہیے۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com